پیر محمد کرم شاہ الازہری کا مطالعۂ استشراق: ایک تحقیقی جائزہ

(*Pīr Muhammad Karam Shah Al-Azharī*'s Study of Orientalism: A Research Review)

Hafiz Ghulam Ghaus

Doctoral Candidate Islamic Studies, University of Gujrat, Gujrat

Dr. Arshad Munir

Associate Professor/ Chairman Department of Islamic Studies, University of Gujrat, Gujrat

Abstract

One of the prominent contemporary Islamic scholars who have done significant works on Orientalism is *Pīr Muhammad Karam Shah Al-Azharī*. This article studies his efforts in the referred perspective with special reference to his prominent writing on *Sīrah* named "*Ziā al-Nabī*". It finds that the last two volumes of this work critically and carefully examine the theories of the Orientalists about Quran, Ḥadīth and *Sīrah*. *Al-Azharī* stated the goals of the Orientalists and described the way in which they propagate their ideas. The study highlights that *Al-Azharī's* attitude while studying the works of orientalists has been scientific and systematic. He has successfully responded all the objections of the orientalists especially regarding the personality and character of Prophet Muhammad (ﷺ).

Key Words: Orientalism, Study, *Pīr Karam Shah Al-Azharī*

تمہید

مطالعہ استشراق میں پاک و ہند کے علما کو ایک انفرادیت حاصل ہے، کیونکہ یہ علاقہ مسیحی علما کی تبلیغی سرگرمیوں کا خصوصی مرکز رہا ہے، اس لیے یہاں مسلم علما نے بائبل اور مغربی علما کی تحریروں کا بہت گہرائی سے مطالعہ کیا ہے۔ اس حوالے سے بہت سارے علماء کے نام پیش کیے جا سکتے ہیں ہیں، جن میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی، علامہ شبلی نعمانی،

سر سید احمد خان، عبد الماجد دریاآبادی، سید امیر علی، ڈاکٹر حمید اللہ، سید ابو الحسن ندوی اور مولانا ابو الاعلیٰ مودودی وغیرہ شامل ہیں۔ان علما نے مستشرقین کی تحریروں کو پڑھا، پرکھا اور ان کے الزامات اور اعتراضات کے تحقیقی جوابات دینے کی کامیاب کوشش کی۔ علامہ شبلی نعمانی اور سر سید احمد خان نے تو اس بارے میں خصوصی سرگرمی کا مظاہرہ کیا۔ ماضی قریب میں اس والے سے نمایاں کام کرنے والے علما میں سے ایک نمایاں نام جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کا ہے۔ آپ قدیم و جدید علوم سے بہرہ ور اور اپنے دور کے تقاضوں سے بخوبی آگاہ تھے۔ جب آپ جامعہ الازہر میں زیر تعلیم تھے تو استشراق کے مطالعہ کی ضرورت کو محسوس کیا اور اپنی پہلی کتاب جو کہ حجیت حدیث کے اثبات پر ہے، اس میں مستشرقین کی غلط فہمیوں کو دور کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ "سنت خیر الانام ﷺ" کو علمی حلقوں میں بہت پذیرائی حاصل ہوئی۔ آپ نے حدیث پاک پر مستشرقین کے اعتراضات کے جو جوابات دیے ہیں۔آپ نے اپنی تفسیر ضیاء القرآن میں بھی مستشرقین کے تسامحات سے صرفِ نظر نہیں کیا، بلکہ جہاں بھی ضرورت پڑی آپ نے ان کے اعتراضات اور الزامات کے جوابات قلم بند کیے ہیں ۔ مثلا سورۃالحج کی آیت نمبر52 حسب ذیل "**تلک الغرانیق العلیٰ**" کو مستشرقین قرآن پاک میں تحریف کی دلیل قرار دیتے ہیں۔ ان سے قبل زنادقہ نے قرآن کریم پر یہ اعتراض کیا تو مسلمان علما نے اس کے تسلی بخش جوابات قلم بند کیے۔ لیکن مستشرقین پرانے اعتراضات کو دہراتے رہتے ہیں کیونکہ ان کا مقصد تشکیک پیدا کرکے سیاسی تفوق کو دوام بخشنا ہوتا ہے۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری نے اس آیت کے تحت قدیم علما کی تصریحات کے علاوہ کئی عقلی جوابات بھی قلم بند فرمائے ہیں، جن سے پوری طرح تشفی ہو جاتی ہے۔ آپ نے سیرت پر اپنی وقیع تصنیف "ضیاء النبی" کی آخری دو جلدوں میں مستشرقین کی فکر کا تنقیدی جائزہ لیا ہے اور اُن کی طرف سے ہونے والے تمام اعتراضات جن کا تعلق قرآن، حدیث یا سیرتِ سید عالم ﷺ کے ساتھ تھا، اُن کے علمی و تحقیقی جوابات دیے ہیں۔آپ کا رویہ چونکہ خالص علمی تھا اس لیے مستشرقین کی اقسام بیان کرتے ہوئے خالص علم کے شیدائی مستشرقین، متعصب مستشرقین اور ملحد مستشرقین کا الگ الگ ذکر کیا ہے۔ پھر بطور خاص اُن مستشرقین کا ذکر کیا کہ جن پر حق واضح ہوا اور انھوں نے اسلام قبول کر لیا۔آپ نے مستشرقین کے مقاصد اور ان کے طریقہ کار کو بھی بیان کیا ہے کہ وہ کس انداز سے اپنے نظریات کا پرچار کرتے ہیں؟ بالخصوص حضور سید عالم ﷺ کی شخصیت اور ذاتی زندگی کے حوالے سے مستشرقین نے جو اعتراضات کیے، آپ نے ان کے علمی اور تحقیقی جوابات تحریر کیے ۔اس مضمون میں مستشرقین کے اسی نوع کے اعتراضات کے حوالے سے پیر کرم شاہ صاحب کے مطالعے کو سامنے لانا پیش نظر ہے۔

مطالعہ استشراق کی ضرورت پر پیر صاحب کا موقف

ایک سیرت نگار جب حضور سید عالم ﷺ کی ذات یا سیرت کو بیان کرتا ہے تو بالخصوص عصر حاضر میں ردِ استشراق کیوں ضروری ہے اس پر بھی اپنی تحقیق پیش کرتا ہے اس حوالے سے پیر کرم شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ علمی تحقیق کے نام پر اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف کیچڑ اچھالنے کا بیڑہ جن لوگوں نے اٹھایا، انہیں مستشرقین کہا جاتا ہے، ایک

سیرت نگار جو حضور ﷺ کی حیات طیبہ کے حسین گوشے پورے خلوص و عقیدت سے اپنے قارئین کے سامنے پیش کرتا ہے، اس کا یہ بھی فرض بن گیا ہے کہ وہ مقدور بھر ان دھبوں کو بھی اپنے قلم تحقیق سے دور کرنے کی کوشش کرے جو علمی تحقیق کا لبادہ اوڑھنے والے مستشرقین نے حضور ﷺ کی سیرت پاک پر لگانے کی کوشش کی ہے۔[1]

یہود و نصاریٰ کا اسلام سے متعلق تاریخی رویہ

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری نے ضیاء النبی کی جلد 6 میں یہود و نصاریٰ کی اسلام دشمنی کو تاریخی تسلسل کے ساتھ بیان کیا اور یہ ثابت کیا کہ مغرب آج ہی سے ہمارا دشمن نہیں بلکہ پیغمبر اسلام ﷺ کے اعلان نبوت سے آج تک یہود و نصاریٰ کی اسلام دشمنی ظاہر و باہر رہے اور آج بھی وہ اسلام کے خلاف سازشوں کے جال اور تانے بانے بُنتے رہتے ہیں۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں کہ کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہمارا خلوص اور دوستی یہود و نصاریٰ کو بھی خلوص کا جواب خلوص سے دینے پر مجبور کر دے گی لیکن غالباً ان کی نظر قرآن حکیم کے اس واضح ارشاد پر نہیں جس میں رب کائنات نے اپنے حبیب ﷺ کی امت کو متنبہ کیا ہے کہ: **لَن تَرْضَىٰ عَنكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ**[2] کہ یہود و نصاریٰ کی تم سے دوستی کی پہلی اور آخری شرط یہ ہے کہ تم دین مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا طوق اپنے گلے سے اتار کر ان کے دین کا طوق اپنے گلے میں ڈال لو۔ اسلام کی تاریخ شاہد ہے کہ اسلام نے اہل کتاب کو دوسرے تمام غیر مسلموں پر فوقیت دی ہے اور ہر شعبے میں ان کے ساتھ دوسرے کفار کی نسبت زیادہ دوستانہ اور ہمدردانہ رویہ اپنایا ہے لیکن اس کے باوجود اسلام دشمنی میں ان کی کوئی ثانی نہیں رہا۔[3] اس حوالے سے جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری نے لکھا:

> یہود و نصاریٰ کی اسلام دشمنی کے اسباب صرف دینی نوعیت کے نہیں ہیں بلکہ اس دشمنی کے پیچھے معاشی اور سیاسی محرکات بھی کارفرما رہے ہیں جو زمانے کے ساتھ ساتھ بدلتے بھی رہے ہیں۔ اور اس دشمنی کا اظہار بھی مختلف رنگوں میں ہوتا رہا ہے۔ یہ دشمنی جب کبھی دوستی کا روپ دھارتی ہے تو انتہائی خطرناک بن جاتے ہے ہمارے دور میں یہود و نصاریٰ ہمارے ساتھ دوستی کے لبادے میں دشمنی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔[4]

آخر آپ نے اس تحریک کی تعریف، تاریخ، اعتراضات و مقاصد، طریقہ واردات اور ان کے علمی رعب کے اسباب کو کیوں بیان کیا؟ تو اس کا جواب آپ خود دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مستشرقین کے جوابات دینے سے پہلے یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ اس تحریک کی تاریخ اس کے اغراض و مقاصد اس کے طریق ہائے واردات اور مسلمانوں کے ان کی

---

[1] جسٹس محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء النبی (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 2018)، 6: 19۔

[2] البقرۃ2: 120۔

[3] الازہری، ضیاء النبی، 6: 20-21۔

[4] الازہری، ضیاء النبی، 6: 21۔

کوششوں سے متاثر ہونے کے اسباب پر تفصیل سے بحث کی جائے تاکہ قارئین اعتراض پڑھنے کے ساتھ ساتھ معترضین کی فطرت اور اعتراض کے پس منظر میں جو محرکات کارفرما ہیں، ان سے بھی آگاہ ہو سکیں۔[5] جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ جو کہ اس تحریک کو ایک علمی تحریک کے بجائے عیسائی غلبہ کی تحریک سمجھتے ہیں، اس لیے وہ اس کے خطرات سے اپنے قارئین کو متنبہ کرتے ہیں۔ اس بارے میں خود لکھتے ہیں: ان کے مقاصد میں وقت کے تقاضوں کے ساتھ ساتھ تبدیلیاں آتی رہتی ہیں۔ لیکن اسلام دشمنی کا بنیادی مقصد کبھی ان کی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوتا۔ یہ لوگ کبھی مصر پر حملے کے وقت نپولین بونا پارٹ کے ہمرکاب نظر آتے ہیں، کبھی اسلامی ممالک میں مغربی استعمار کے قیام کی راہ ہموار کرتے نظر آتے ہیں۔ کبھی استعمار کے خلاف اٹھنے والی آزادی کی تحریکوں میں استعماری حکومتوں کے مشیر بن کر حق نمک ادا کرتے نظر آتے ہیں۔ مستشرقین کا یہ طبقہ مسلمانوں کے خلاف صیہونی تحریک سے بھی الحاق کر لیتا ہے۔ اور الحادی طاقتیں بھی اسلام کے مقابلے میں انہیں کم خطرہ نظر آتی ہیں۔ مستشرقین کا پھیلایا ہوا زہر ملتِ اسلام کی اجتماعی زندگی کے ہر شعبہ میں سرایت کر چکا ہے۔ ملتِ مسلمہ اس خطرے کا احساس جتنی جلدی کر لے اس کے حق میں بہتر ہے۔[6]

مستشرقین اور تحریک استشراق کا مفصل تعارف

ضیاء النبی کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں تحریک استشراق کو بہت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس کے آغاز، ارتقاء کا تاریخی جائزہ لیا گیا ہے۔ مختلف ادوار میں آنے والے مستشرقین کا تعارف لکھا گیا ہے، بالخصوص مستشرقین کی اقسام کو بیان کیا گیا اور وہ مستشرقین جو حق کے نور کو دیکھ کر حلقہ اسلام میں شامل ہوئے جیسے عبداللہ بن عبداللہ، علاء الدین شلبی، رسل ویب، علامہ محمد اسد اور محترمہ مریم جمیلہ، ان کا تعارف بھی لکھا گیا ہے۔ الغرض تحریک استشراق کا کوئی پہلو تشنۂ تحقیق نہیں رہا، بلکہ ایک قاری کے لیے جن معلومات کا ہونا ضروری تھا وہ بالتفصیل بیان کی گئی ہیں۔ جن سے مستشرقین اور ان کے کام کی پہچان آسانی سے ہو جاتی ہے۔

مستشرقین کے مقاصد کا بیان

جب تک ان حقائق سے پردہ کشائی نہ کی جائے کہ مستشرقین کے مقاصد اور طریقہ کار کیا ہے تو اس وقت تک مکمل طور پر تحریک استشراق کی تفہیم ممکن ہی نہیں اس لیے صاحب ضیاالنبی نے ان کے دینی مقاصد، تبلیغی مشن، علمی مقاصد، اقتصادی مقاصد اور سیاسی مقاصد کو تفصیل سے بیان کیا۔ تحریک استشراق میں مختلف مذاہب اور نظریات سے تعلق رکھنے والے لوگ جمع ہیں ان کا تعلق ایسے ممالک سے ہے جن کے مفادات ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں۔ ان کے کئی طبقات ہیں اور ہر طبقے کا کام دوسرے طبقے کے کام سے قطعی طور پر مختلف نظر آتا ہے۔ اسی طرح اس تحریک کے لوگ جن مقاصد کے تحت مشرقی زبانوں، تہذیبوں، مذاہب، قوموں اور علاقوں پر توجہ دیتے ہیں، وہ مقاصد بھی مختلف اور

---

[5] الازہری، ضیاء النبی، 6: 19۔

[6] الازہری، ضیاء النبی، 6: 29۔

متعدد ہیں۔ان کے مقاصد کے متعلق پیر صاحب نے لکھا ہے کہ یہود و نصاریٰ کا اسلام اور مشرق کے علوم کی طرف متوجہ ہونا اسلام کے راستے میں بند باندھنے کی کوششوں کا ہی حصہ تھا۔علوم اسلامیہ کی طرف متوجہ ہوتے وقت اپنے دین کے حوالے سے تین مقاصد ان کے پیش نظر تھے: 1 ۔دین اسلام کو دنیا کی اقوام میں عموماً اور یہودی و عیسائی اقوام میں خصوصاً پھیلنے سے روکا جائے۔2۔ مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے لئے تگ و دو کی جائے۔3۔دین کے حوالے سے عیسائیوں کے عربی زبان اور مشرقی علوم کی طرف متوجہ ہونے کی تیسری وجہ یہ تھی کے ذہنی بیداری کے زمانے میں نصرانیت کے حلقوں میں بعض ایسے لوگ ظاہر ہوئے جنہوں نے اپنے مذہب کے روایتی عقائد کو خلاف عقل قرار دیا۔انہوں نے ضروری سمجھا کہ اصل عیسوی عقائد معلوم کرنے کے لئے کتاب مقدس کے یورپی زبانوں میں ترجموں پر اعتماد کی بجائے عبرانی زبان کے نسخوں پر اعتماد کیا جائے۔کیتھولک اور پروٹسٹنٹ دونوں فرقے اس کام کی طرف متوجہ ہوئے۔[7]

پیر صاحب نے مستشرقین کے علمی رعب کے اسباب کو بھی تفصیل سے بیان کیا ہے، جیسے کہ اہل یورپ کی نسلی برتری کا نظریہ ، مستشرقین کی علمی کاوشیں ، مسلمانوں کی کم علمی اور ذہنی غلامی ،اسلام پر مستشرقین کے حملوں کی جہتیں۔اس صورت حال کو دیکھ کر اس حقیقت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ ہم علمی طور پر اہل مغرب خصوصاً مستشرقین سے کتنے مرعوب ہیں۔اس بارے پیر صاحب بیان کرتے ہیں کہ استشراق گو علمی لبادے میں کام کرتی ہے لیکن اس تحریک کی تاریخ کے تفصیلی مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ایک علمی تحریک نہیں بلکہ یہ ایک کثیر المقاصد تحریک ہے جس پروگرام میں علم کی خدمت کی نسبت دوسرے کئی مقاصد کو کہیں زیادہ اہمیت حاصل ہے۔یہ تحریک انھی مقاصد کے تحت وجود میں آئی اور انھی کی تکمیل کے لئے صدیوں سرگرم عمل رہی۔ [8]

مختلف النوع اعتراضات کے جوابات

یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مستشرقین اسلام اور پیغمبر اسلام پر اعتراض کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں ہونے دیتے۔ مستشرقین کے اعتراضات کی متعدد جہات اب تک منظر عام پہ آچکی تھیں۔صاحب ضیاء النبی نے ان کا احاطہ کیا ہے۔ سب سے پہلے قرآن مجید کے حوالے سے مستشرقین کے ایک ایک اعتراض کو لکھ کر ان کا کافی و شافی جواب دیا۔اسی طرح رسول پاک ﷺ کی احادیث کے حوالے سے ان کے جو بھی اعتراضات تھے جیسے کتابت حدیث، حفاظت حدیث ،اخذ حدیث وغیرہ، ان تمام اعتراضات کا رد کیا۔اسی طرح حضور ﷺ کی ذات اور کردار پر جو حرف گیری کی تھی اور سید عالم ﷺ کی پاکیزہ شخصیت پر جو رقیق حملے کیے تھے جیسے تعدد ازواج ، نسب کے حوالے سے اعتراض کرکے آپ ﷺ کے سماجی مقام کو کم کرنے کی کوشش کی گئی ہے، رسول معظم ﷺ پر مرگی کے مریض ہونے کا الزام لگایا گیا ہے اور اسی طرح قصہ غرانیق العلیٰ کے حوالے سے اعتراضات کیے گئے ہیں،ان سب کے مدلل جوابات فراہم کیے گئے ہیں۔

---

[7]الازہری، ضیاء النبی، 6: 239

[8]الازہری، ضیاء النبی، 6: 292۔

مستند مصادر و مراجع کا استعمال اور ان کے حوالے

پیر محمد کرم شاہ صاحب نے واضح لیا ہے کہ دور جدید کے مصنف کے لئے ضروری ہے کہ وہ جو بات لکھے اس کا ثبوت مہیا کرے۔ اپنی ہر بات کو دلائل سے ثابت کرنا اور تاریخی و قائع و حوادث بیان کرتے ہوئے افراد و اقوام کے نظریات اور اقوال پر روشنی ڈالتے ہوئے مستند مصدر کا حوالہ دینا ایک مئولف اور مصنف کی اہم ذمہ داری ہے۔ جو مصنف اپنی تصنیف میں اس انداز کو اختیار کرتا ہے اسے قابل اعتماد محقق اور ایک مستند مصنف شمار کیا جاتا ہے اور جو قلم کار اس انداز کو اپنائے بغیر اپنے خیالات وجذبات کو بیان کر دیتا اس کی تصنیف کو ایک تحقیقی تخلیق کی حیثیت حاصل نہیں ہوتی۔[9]

استشراقی تعصب میں استثنائی مثالوں کا ذکر

ان میں ایک بہت بڑی تعداد متعصب مستشرقین کی ہے، جو حقائق کو مسخ کرنے سے ذرا بھر نہیں شرماتے۔ البتہ اس سے بھی انکار نہیں کہ ان میں سے بعض علمائے مغرب نے علمی اصولوں کی پاسداری کی ہے۔ اسلام اور صاحبِ اسلام کے ساتھ انصاف برتا ہے۔ بقول علامہ شبلی نعمانیؒ یہ رجحان سترہویں صدی عیسوی میں اس وقت پیدا ہوا جب آکسفورڈ میں عربی شعبہ کا قیام عمل میں آیا۔ یہ واقعہ 1638ء کا ہے۔ اس دور کے حوالے سے پیر صاحب نے لکھا ہے کہ اس دور کی خصوصیت اول یہ ہے کہ سنے سنائے عامیانہ خیالات کے بجائے کسی قدر تاریخ اسلام اور سیرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیاد عربی زبان کی تصانیف پر قائم کی گئی۔[10] بقول حبیب اللہ ندوی کے اٹھارویں صدی عیسوی میں اہل مغرب کے ہاں ایک ایک فکری تبدیلی دیکھی گئی کہ ان میں سے بعض نے اسلام اور صاحبِ اسلام کے ساتھ انصاف کرنے کے لیے آواز بلند کی۔ ایچ ریلان (H. Relan) کا نام اس حوالے سے بہت نمایاں ہے۔ محترمہ زیبا افتخار اپنے مقالہ "تحریک استشراق اور ہندوستانی علماء کا کردار" میں لکھتی ہیں کہ ایچ ریلان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب رویے میں تبدیلی پیدا کی۔ اپنی مشہور و معروف تالیف "مذہب محمد" ،جو 1704ء میں شائع ہوئی، اس میں اس نے ازمنہ وسطیٰ کے خرافات سے رہائی کی کوشش کی۔ اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انصاف کرنے کا مطالبہ کیا۔ غالباً یہ پہلا مستشرق تھا جس نے رواداری کا مطالبہ کیا اور یہ تحریک چلائی کہ مشرق کو اس کے اپنے مصادر اور مراجع کے بغیر نہیں سمجھا جا سکتا۔ آپ نے واضح طور پر تحریر کیا کہ یورپ میں اسلام کے علاوہ شاید ہی کوئی دوسرا مذہب اس قدر تمسخر کا شکار ہوا ہو۔ مؤلف نے اس امر پر بھی اصرار کیا کہ اسلام کو سمجھنے میں خود عیسائیت کا فائدہ ہے۔[11]

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ مستشرقین کے بارے ہرگز تعصب نہیں برتتے، بلکہ اُس طبقہ کی عملی کاوشوں کی تعریف کرتے ہیں، جو اپنی تحقیقات کی بنیاد علمی اصولوں پر رکھتے ہیں۔ اور وہی نتائج حاصل کرتے ہیں جو اسلامی تعلیمات سے

---

[9] الازہری، ضیاء النبی، 6: 291۔

[10] حبیب اللہ ندوی، "اسلام اور مستشرقین۔" ماہنامہ تعارف، اعظم گڑھ۔ 5(1983)، 333۔

[11] زیبا افتخار، تحریک استشراق اور ہندوستانی علماء کا کردار، 3

ایک منصف محقق اخذ کر سکتا ہے۔ آپ نے اس طبقہ کا الگ سے ذکر کیا ہے اور اس کے نمائندہ علماء کا مختصر تذکرہ کیا ہے۔انصاف پسند طبقہ کے بارے میں آپ اپنے قارئین کو آگاہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ استشراق کا قافلہ ابتدا ہی سے دو مختلف راستوں پر گامزن ہے۔ ایک تو وہ لوگ ہیں جو اسلامی علوم سے متاثر ہوئے اور معرفت و حکمت کی جو روشنی ان علوم کی وجہ سے اسلامی مشرق کو بقعۂ نور بنارہی تھی، انہوں نے مغرب کی فضاؤں میں بھی اسی شمع کو روشن کرنے کا تہیہ کیا۔ انہوں نے اسلامی علوم سے کماحقہ استفادہ کیا۔ انہی لوگوں کی ان تھک کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج علم کے پیاسے یورپ کی طرف دیکھنے پر مجبور ہیں۔ اور یورپ مادی ترقی کی اس منزل تک جا پہنچا ہے جہاں انسانی معاشرہ پہلے کبھی نہیں پہنچا"۔[12]

ردِ استشراق میں آپ کے علمی رویے کی عظمت

ڈاکٹر حافظ محمد طفیل جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کے اسلوبِ تحقیق بارے رقم طراز ہیں کہ پیر محمد کرم شاہ الازہری خالص علمی اور تحقیقی اسلوب اختیار کرتے ہیں۔ معاصر علمانے آپ کے اسلوب کو سراہا ہے۔ جہاں تک پیر محمد کرم شاہ الازہری کے انداز تحریر کا تعلق ہے، انھوں نے ہمیشہ علمی و تحقیقی اسلوب کو ترجیح دی۔ حیرت انگیز طور پر ان کی تحریریں واحد متکلم کے صیغہ سے خالی نظر آتی ہیں۔ آپ نے ہمیشہ تلخ انداز گفت گو سے گریز کیا ہے۔ سخت سے سخت بات پر بھی اپنے اسلوب کو اشتعال یا سطحی مخالفانہ جذبات کے غبار سے آلودہ نہیں ہونے دیا۔[13] اپنے مطالعہ استشراق میں بھی اسی اسلوب کو قائم رکھا ہے۔ بطور مثال ہم مستشرقین کے اس اعتراض کے جواب میں آپ کی تحریر پیش کر سکتے ہیں کہ عربوں میں اتنی اہلیت ہی نہیں تھی کہ وہ احادیث کو مدون کریں۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری مستشرقین کے دو گروہوں کا ذکر کرتے ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ عرب میں تعلیم و تعلم کا عام رواج تھا۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ عرب بالکل اجڈ تھے۔ لکھنے پڑھنے سے بالکل نابلد تھے۔ پیرم کرم شاہ الازہری ان دونوں کے خیالات کا رد کرتے ہیں، اور بتاتے ہیں کہ مستشرقین کے یہ دونوں موقف حق سے کوسوں دور ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ عرب نہ تو نوشت وخوشت سے کلیۃً بے بہرہ تھے۔ اور نہ ہی یہ کہا جاسکتا ہے کہ عربوں میں لکھنے پڑھنے کا اتنا عام رواج تھا کہ انہیں اُمّی کہا ہی نہ جاسکے۔ آپ قرآن کریم اور احادیث سے اپنے موقف کی تائید اور دلیل پیش کرتے ہیں اور پھر لکھتے ہیں کہیہ تفصیلات بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ عہد نبوی ﷺ میں ملت اسلامیہ کے متعلق یہ دعوی کرنا کہ وہ کسی چیز کی تدوین کی اہلیت ہی نہیں رکھتی تھی، غلط ہے۔ کیونکہ جن لوگوں نے قرآن حکیم کو کامیابی کے ساتھ مدون کر لیا تھا، حدیث کی تدوین ان کے لیے ناممکن نہ تھی۔[14]

پیر صاحب کے اسلوب تحریر کے ایک خوبی یہ بھی ہے کہ آپ مستشرقین کے اعتراضات کے جواب میں خود انھی کے متضاد بیان کو لاتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ جن لوگوں نے اپنے بیان میں اس حد تک تضاد بیانی کی ہے کہ اس کا ان

---

[12] الازہری، ضیاء النبی، 6: 128۔

[13] ڈاکٹر حافظ محمد طفیل، ضیاء الامت اور عصری مسائل، 242۔

[14] الازہری، ضیاء النبی، 7: 112۔

کے پاس کوئی جواب نہیں، ان کی تحقیقات پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ سورۃ حج کے متعلقہ معروف افسانے کے بارے واٹ ایک جگہ تو اس افسانہ کو ناقابل اعتماد کہتا ہے کہ واقعات کی تفصیلات انسان کے دل میں زیادہ اعتماد پیدا نہیں کرتیں، اس لیے اس واقعہ کو یہاں نظر انداز کر دینا چاہیے، کیونکہ قرآن میں اس واقعہ کا کوئی اشارہ نہیں ملتا۔[15] حالانکہ خود ہی ایک اور جگہ اس واقعہ کو ایک ناقابل انکار حقیقت ثابت کرنے کے لیے علمی اور تحقیقی اسلوب کو پس پشت ڈال دیتا ہے۔

خلاصۂ بحث

پیر محمد کرم شاہ صاحب نے استشراق کا رد ضیا النبی ﷺ میں سرسری طور پر نہیں کیا گیا کہ قاری کی تشفی نہ ہو، بلکہ آپ نے اس کو پوری سنجیدگی اور ذمے داری سے لیا ہے، اور ضیاء النبی لکھتے وقت اس کے لیے پوری دو ضخیم جلدیں مختص کی ہیں۔ آپ نے اصل استشراقی مآخذ تک رسائی کی کوشش کی ہے، البتہ کئی جگھوں پر عربی کتابوں سے عبارات نقل کی ہیں، جو دراصل انگریزی کتب سے ترجمہ ہوئی ہیں۔ آپ نے جس بھی کتاب سے استفادہ کیا ہے، اس سے بطور استشہاد عبارات نقل کیں ہیں۔ بعض متقدم علما مستشرقین کے حوالے سے مرعوبیت کا شکار نظر آتے ہیں، انھوں نے بعض مسلمات کو بھی نظر انداز کرنے سے احتراز نہیں کیا، سر سید احمد خاں کا نام اس حوالے سے بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے، لیکن پیر کرم شاہ صاحب کسی رعب کا شکار نہیں ہوئے، وہ پورے وثوق اور یقین کے ساتھ اسلام کا دفاع کرتے ہیں۔ پیر صاحب اسلامی فنون کے متبحر عالم ہونے کے ناتے مستشرقین کے رد میں ان اصول و فنون کو کام میں لاتے ہیں۔ مزید برآں سر سید احمد خان کی تحریروں میں وہ ادبی چاشنی مفقود ہے، جو پیر صاحب کے ہاں نظر آتی ہے۔ استشراق کے حوالے سے پیر صاحب کی کاوش اور شبلی نعمانی کی تحقیق میں بھی واضح فرق نظر آتا ہے۔ شبلی نعمانی نے جو علمی و تحقیقی کام کیا اس میں کسی حد تک مرعوبیت کا عنصر پایا جاتا ہے، جب کہ پیر صاحب نے کسی قسم کی مرعوبیت کے بغیر استشراق کا بھرپور علمی و تحقیقی تعاقب کیا۔

---

[15] الازہری، ضیاء النبی، 6: 537۔